تحلیل نفسی کا تاریخی پس منظر

از

(جناب معز علی بیگ صاحب ایم۔ اے لکچرر شعبۂ فلسفہ و نفسیات)

(مسلم یونیورسٹی علی گڑھ)

تحلیل نفسی اور اس سے متعلق نظریات عصر جدید کا وہ عظیم الشان کارنامہ ہے جس نے نہ صرف نفسیات بلکہ تعلیم، ادب اور اجتماعیات کے مختلف گوشوں پر بہت گہرا اثر ڈالا ہے۔ ڈاکٹر سگمنڈ فرائڈ (SIGMUND FREUD) کی یہ تحقیق جو اس کے تمام نظریات کا سنگِ بنیاد ہے اپنی پشت پر ایک طویل تاریخ رکھتی ہے جس کی روشنی میں اس کو اور اس کے مقصد کو بآسانی سمجھا جا سکتا ہے اس دریافت کا سہرا اگرچہ تمام فرائڈ ہی کے سر ہے اور جیسا کہ پروفیسر وڈورتھ (WOODWORTH) نے کہا ہے کہ "تحلیل نفسی کا طریقہ اور اس سے حاصل شدہ نتائج بالکل فرائڈ ہی کے لئے مخصوص ہیں" تاہم اس میں کچھ اور ماہرین نفسیات کا بھی بالواسطہ دخل ہے۔ یہاں پر یہ کہنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ کانٹ (KANT) کو جرمنی کا ایک بلند پایہ فلسفی بنانے میں جس طرح انگلستان کے شہرۂ آفاق مفکر ڈیوڈ ہیوم (DAVID HUME) کا ہاتھ ہے اسی طرح فرائڈ کو ایک امتیازی مقام تک پہنچانے میں فرانس کے ڈاکٹروں کی معاونت شامل ہے۔

تحلیل نفسی کا طریقہ دراصل مسمرازم (MESMERISM) اور ہپناطیقیت (HYPNOTISM)[1] کی ایک بہت ترقی یافتہ شکل ہے چنانچہ پہلے ہم انہی دونوں طریقوں اور ان کی تاریخ پر تفصیل سے روشنی ڈالیں گے کیوں کہ ان کا استعمال فرائڈ سے پہلے فرانس کے ڈاکٹر برابر کر رہے تھے اور ان کے کارنامو

---

[1] یہ دونوں اصطلاحیں دراصل اس مصنوعی بے ہوشی یا غفلت کے لئے استعمال کی جاتی ہیں جو ایک خاص نفسیاتی عمل سے کسی انسان پر بھی طاری کی جا سکتی ہے بشرطیکہ اس عمل کے تمام لوازم کا اہتمام کیا جائے اس عمل کو نفسیاتی اصطلاح میں "ایقاذ" (SUGGESTION) کہتے ہیں اس لئے اکثر ہپناطیقیت کے علاوہ "ہپناطیقی ایقاذ" کی اصطلاح بھی استعمال کی جاتی ہے۔

کی شہرت تمام یورپ میں پھیل چکی تھی۔

مسمریزم

انیٹن فرینز مسمر (ANTON FRANZ MESMER) (۱۷۳۴ء تا ۱۸۱۵ء) نے جو آسٹریا کا ایک مشہور طبیب تھا ۱۷۷۵ء میں حیوانی مقناطیسیت (ANIMAL MAGNETISM) کا نظریہ پیش کیا جو بعد میں مسمریزم کے نام سے مشہور ہوا اس نظریہ کی رو سے اس نے ثابت کرنا چاہا کہ حیوانی مقناطیسی اثر (جس کی تفصیل آگے آئے گی) سے ایسے امراض مثلاً فالج اور تشنج وغیرہ کا علاج کیا جا سکتا ہے، لیکن مسمر کی یہ بات کوئی نئی چیز نہ تھی بلکہ جیساکہ پیئیر جانے (PIERRE JANET) نے اپنی کتاب اصول نفسی علم العلاج (PRINCIPLS OF PSYCHOTHERAPY) میں اشارہ کیا ہے، اس قسم کے فوق الفطری اور ساحرانہ علاج دنیا میں قبل از مسیح جاری تھے اسی بات کو اس نے اپنی دوسری کتاب نفسیاتی علاج (PSYCHOLOGICAL HEALING) میں ذرا تفصیل سے لکھا ہے چنانچہ اس کا تذکرہ یہاں خالی از افادیت نہ ہوگا وہ لکھتا ہے کہ حضرت عیسیٰ سے پہلے یونان، روم اور مصر میں اکثر بیشہ ور طبیب اس قسم کی کرامات دکھاتے تھے کہ امراض دوا کے بجائے فوق الفطری طریقوں سے بھی ٹھیک ہو سکتے ہیں جن کو "معجزات" یا سحر سے تعبیر کیا جا سکتا ہے، الیسکولیپیس کا مندر (TEMPLE OF AESCULAPIUS) جو کہ ایپی ڈورس میں واقع ہے اس سلسلہ میں مشہور ہے یہاں پر ایک بہت بڑا بت نصب تھا اور ہزارہا مریض علاج کے واسطے آیا کرتے تھے۔ بت کے چاروں طرف اور مندر کے دوسرے حصوں میں مجاور عابد اور اطبّا موجود رہتے تھے، یہ اطبا مرض کی تشخیص کیا کرتے تھے اور مجاوروں میں سے بعض کا کام تو یہ ہوتا تھا کہ مریض کو بت کے قریب لے جا کر اس سے صحت کے واسطے سفارش کریں اور بعض کا کام یہ تھا کہ جو علاج بھی وہ بت تجویز کرے اسے مریض کو سمجھا کر زیر علاج کرلیں، گویا وہ بت اور مریض کے درمیان ترجمان کا کام انجام دیتے تھے۔ مندر میں داخل ہوتے وقت دہلیز پر قیمتی نذرانے رکھے جاتے تھے اور پھر مریض ایک فوارے کے شفاف پانی سے غسل لیتے تھے جو وہاں خاص طور پر لگایا گیا تھا۔ مندر میں کم از کم ایک رات قیام کرنا ضروری ہوتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ ایک نابینا

سپاہی ویلیریس ایپر (VALIRIUS APER) نامی آیا جس کو رسومات ادا کر دیا گیا کہ وہ اپنی آنکھوں پر سفید مرغ کا خون شہد میں حل کر کے طلا کرے چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور اس کی بینائی واپس آگئی، اس روایت کے غلط یا صحیح ہونے سے ہم کو سروکار نہیں یہاں صرف ساحرانہ طریقہ ہائے علاج کو پیش کرنا مقصود ہے۔ غرضکہ قبل از مسیح انسی طب کا عام رواج تھا اور طبی ارتقاء کی تاریخ میں ان واقعات کو اہمیت حاصل ہے۔

عہد عیسوی کے قرون وسطیٰ میں بھی اس قسم کی مثالیں ملتی ہیں ایلی جیس (ELIGIUS) سینٹ ملاخی (St. MALACHI) اور برنارڈ آف کلارو (BERNARD of CLAIRVAUX) ان مشہور مذہبی معالجوں میں ہیں جن کے "معجزات" اور کرشمے ایک مصنف گیر نامی نے اپنی کتاب میں لکھے ہیں۔ ان کا دستور یہ تھا کہ یہ جناب مسیح اور سینٹ ڈینس کا واسطہ دے کر مریض کے لئے دعا کرتے تھے اور پھر مریض سے کہا جاتا تھا کہ وہ حضرت عیسیٰ کے نام پر کھڑا ہو جائے ان الفاظ کو سنتے ہی مریض تازہ دم ہو کر کھڑا ہو جاتا تھا اور اپنے آپ کو تندرست پاتا تھا۔ اسی طرح انگلستان اور فرانس کے بادشاہوں میں یہ دستور رائج تھا کہ وہ گردن وغیرہ میں جو گلٹیاں نکل آتی ہیں انھیں صرف چھو کر اچھا کیا کرتے تھے اور اس بیماری کو "شاہی بلا" کہتے تھے لیکن لوئی شش دہم (LOUIS XVI) کے زمانے سے یہ رسم ختم ہو گئی۔ چارلس دہم نے (CHARLES X) اسے دوبارہ زندہ کرنا چاہا لیکن ناکام رہا کیونکہ جیسا کہ ایک فرانسیسی مصنف لینڈوزی کا بیان ہے ان تمام باتوں پر سے اعتقاد اٹھ چلا تھا لیکن معجزات پھر بھی اٹھارویں صدی کے آخر تک رائج رہے۔ اسی طرح جادو کے ذریعہ سے بھی علاج ہوتے رہے جیمس گراہم (JAMES GRAHAM) کا نام اس سلسلہ میں بہت مشہور ہے جو "بجلی کے تخت" اور "آسمانی چارپائی" کے ذریعہ سے بانجھ پن کا علاج کرتا تھا۔ جس پر صرف ایک رات لیٹنے کی قیمت پچاس پونڈ ہوتی تھی۔ غرض کہ یورپ میں یہ ساحرانہ کرشمے اور دیگر غیر فطری طریقہ ہائے علاج عام طور پر استعمال کئے جاتے تھے۔ چنانچہ مسمر نے ان ہی سے متاثر ہو کر اپنا ایک نظریہ قایم کیا لیکن اس حیوانی مقناطیسیت کا بانی تنہا صرف مسمر ہی نہیں تھا بلکہ یہ خیال سولھویں صدی کے ایک طبیب پیراسلسس (PARACELSUS) نے پیش کیا تھا اور مسمر نے اسے آگے بڑھایا۔ پیراسلسس کا یہ دعویٰ تھا کہ ستاروں میں ایک قوت موجود ہے جس کی مدد سے انسانی امراض کا علاج بغیر ادویہ کے استعمال کرائے کامیابی سے کیا جا سکتا ہے بس اسی خیال پر

مسمر نے اپنا نظریہ قایم کیا۔ زلنے کا بیان ہے کہ مسمر کہتا تھا کہ سارے عالم میں ایک غیر مرئی سیال مادہ جاری ہے جو تمام اجسام میں سرایت کئے ہوئے ہے اور ستارے اس سیال مادے کے ذریعہ سے اپنا اثر ڈالتے رہتے ہیں اور جب اس مادے کی متوازن تقسیم میں فتور پیدا ہو جاتا تو امراض رونما ہونے لگتے ہیں اور اس کا علاج یہ ہے کہ اس توازن کو دوبارہ مقناطیسی قوت سے قایم کر دیا جائے جو ہر جسم سے غیر مرئی طور پر مسلسل نکلتی رہتی ہے۔ مسمر نے ہر چند کوشش کی کہ اس نظریئے کو سائنس کے میدان میں لے آئے لیکن یہ بات اس قدر مبہم اور غیر معقول تھی کہ ڈاکٹروں نے اسے قطعاً ناقابلِ اعتنا سمجھا بلکہ یہاں تک ہوا کہ بعض نے مسمر کو نیم حکیم قرار دے کر اس پر یہ الزام بھی عاید کر دیا وہ مسمرازم سے اخلاق عامہ کو بگاڑ رہا ہے کیونکہ بعض لوگوں پر اس کا اثر بہت بُرا پڑا۔ پروفیسر ولیم میکڈوگل (WILLIAM MCDOGALL) لکھتے ہیں کہ مسمر کا یہ دعویٰ تھا کہ وہ ایک عجیب و غریب بھاپ یا رطوبت کو معمول (SUBJECT) کے جسم میں داخل کر کے اس پر غفلت طاری کرتا ہے اور پھر علاج کرتا ہے اور اسی رطوبت کو اس نے حیوانی مقناطیسیت کا نام دیا تھا۔

اور یہی جسم سے خارج ہونے والی مقناطیسی قوت مریض کے سیال مادہ کا توازن درست کر دیتی ہے معمول پر غفلت طاری کرنے کے لئے مسمر کا طریقہ یہ تھا کہ وہ اس کے شانوں پر ہاتھ رکھ کر انگوٹھوں تک لاتا تھا اور دو تین مرتبہ اس عمل کو دہراتا تھا۔ اس کے علاوہ جہاں کہیں درد یا کوئی اور تکلیف ہوتی تھی اس عضو کو اپنی ہتھیلی یا انگلی سے چھوتا تھا۔ اس کے علاوہ ایک اور بھی عجیب و غریب طریقہ تھا جسے مسمر بڑے اعتقاد کے ساتھ استعمال کرتا تھا۔ ایک گہرے بڑے برتن میں بہت سی مقناطیسی کیلیں جمع تھیں اور برتن کے ہر طرف لمبی دھات کی سلاخیں جڑی ہوئی تھیں جن کا رخ باہر کو تھا، مریض اس برتن کے چاروں طرف بیٹھ جاتے تھے اور تصور یہ رہتا تھا کہ مقناطیسی اثرات کیلوں سے نکل کر سلاخوں سے گزرتا ہوا مریضوں تک پہنچ رہا ہے اور اس سے سیال مادے کا توازن درست ہو رہا ہے اس کے بعد فی الواقع بہت سے امراض بالخصوص ذہنی اچھے ہو جاتے تھے۔ یہ باتیں چونکہ حیرت انگیز تھیں اس لئے باوجود عدم توجہی کے اس کی تحقیق کے لئے ایک شاہی کمیٹی مقرر ہوئی جس میں بنجمن فرینکلن (BENJAMIN FRANKLIN) اور مشہور ماہر علم الکیمیا لاوزیر (LAVOISIER) بھی شامل تھے یہ لوگ تحقیق و جستجو کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے کہ مریض کو کسی مقناطیسی

اثر و تجزیہ سے فائدہ نہیں ہوتا بلکہ خود اسی کی قوت متخیلہ مرض کو دفع کر دیتی ہے۔ ژانے کے مطابق یہ کمیٹی ۱۷۸۴ء میں مقرر ہوئی اور اس نتیجہ پر پہنچی کہ مریض کے اوپر ایک طاقت کار فرما نظر آتی ہے جو عامل کے تصرف میں ہوتی ہے ہمیں اس سے تو بحث نہیں کہ ان میں سے کون سا بیان زیادہ صحیح ہے البتہ اس سے یہ اندازہ ضرور ہوتا ہے کہ مسمرازم پر عام اطباء کو چھوڑ کر خواص کی نظر ضرور پڑ رہی تھی۔ اور یہ بات بریم ویل (BRAMWELL) کی کتاب "تاریخ و طریقہ ہائے ہپناطیقیت" سے بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ چند قابل ڈاکٹروں نے اس فن کو سمجھنے میں اپنی پوری توجہ صرف کی۔ جن کا ذکر ذرا تفصیل سے کرنا مناسب ہوگا۔

اس سلسلے میں سب سے پہلا نام جان ایلیٹسن (JOHN ELLIOTSON) کا آتا ہے جو ساؤتھ ورک (SOUTHWARK) کے ایک عطار کا لڑکا تھا۔ ۱۸۳۱ء میں جب کہ ایلیٹسن یونیورسٹی کالج میں طب کا پروفیسر مقرر ہوا تو اس نے مسمرازم پر تجربات شروع کیے لیکن ۱۸۳۸ء میں اسے سخت تاکید کی گئی کہ وہ آئندہ ہرگز ایسا نہ کرے کیونکہ علاوہ اور باتوں کے لوگوں نے اسے مخرب اخلاق بھی سمجھ رکھا تھا۔ اس لئے یونیورسٹی کے قانونی دفعات میں بھی اسے ممنوع قرار دیا گیا۔ ایلیٹسن نے قانون کا اتباع تو کیا لیکن مسمرازم کا شوق اسے تادم مرگ لگا رہا اور بعد میں اس نے ایک رسالہ زوئسٹ (ZOIST) نکالا جس نے مسمرازم کی شہرت پھیلانے میں کافی مدد دی۔ تاہم اس فن کو علمی دنیا میں وقار حاصل نہ ہو سکا۔

ایلیٹسن کے بعد اس فن کو ترقی دینے میں اہم ترین نام مانچسٹر کے ایک مشہور جراح جیمس بریڈ (JAMESBRAID) کا آتا ہے بریم ویل نے اس کے متعلق اپنی تاریخ میں بہت تحقیق و وضاحت کے ساتھ لکھا ہے، وہ لکھتا ہے کہ بریڈ نے سب سے پہلے ۱۳ نومبر ۱۸۴۱ء میں ایک مسمری جماعت میں جا کر اس کرشمہ کو دیکھا اور اس سے کافی متاثر ہوا، اور پھر چھ روز بعد ایک مرتبہ اور گیا جب کہ مسمرازم کا عمل مریضوں پر ہو رہا تھا، اسی دوران میں ایک مریض نے جس پر غفلت طاری کی گئی تھی باوجود تمام کوششوں کے آنکھ نہیں کھولی بریڈ اس چیز کو تاڑ گیا اور فوراً اس نتیجہ پر پہنچا کہ یہ غفلت محض خارجی اثر کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ اس کا سبب کچھ داخلی کیفیات بھی ہیں جو مریض میں پیدا ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ اسی سلسلہ میں اس نے پہلا لکچر ۲۷ دسمبر ۱۸۴۱ء میں مجمع عام کے سامنے دیا۔ اور ایک نئی اصطلاح ہپناطیقیت یا ہپناٹزم ایجاد کی۔ بریڈ ہی وہ پہلا شخص ہے

جس نے سائنٹیفک انداز پر اس فن کو ترقی دینے کی پوری پوری کوشش کی۔ لیکن ژانے نے لکھا ہے کہ بریم نے بریڈ کو غیر معمولی طور پر سراہا ہے اور جن واقعات کا مشاہدہ بریڈ کی طرف منسوب کیا ہے اس کا ذکر پوی سیگر (PUYSE' GUR) اللگزینڈر برٹرینڈ (ALEXANDER BERTRAND) اور ڈیلوزی (DELEUZE) وغیرہ نے بھی کیا ہے۔[1]

ژانے کی یہ بات اس وجہ سے قابل قبول نہیں ہے کہ یہ قطعاً بے محل ہے، اگر بالفرض ان لوگوں نے مشاہدہ کیا بھی تو بریڈ کے کارناموں سے اس کا کیا تعلق؟ یہ بات بہر حال تحقیق کو پہنچ چکی ہے کہ "ہپناٹزم" بریڈ کی ایجاد ہے۔ پروفیسر مرفی (MURPHY) اس سے اتفاق کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ بریڈ نے بالآخر اس نظریئے کی صحت کو منوالیا جس کی تعبیر کچھ عرصہ پہلے اس طرح کی جاتی تھی کہ مسمرازم تمام تر دجل و فریب پر مبنی ہے ولیم میکڈوگل کا بیان ہے برٹرینڈ اور بریڈ نے صاف طور پر یہ ثابت کیا کہ ان اثرات کی توجیہہ زیادہ تر نفسیات سے ہونا چاہیئے نہ کہ کسی عجیب و غریب فضلیاتی رطوبت سے۔ غرضکہ بریڈ کی اس دریافت نے مزید تحقیق کی راہ کو ہموار کر دیا اور اس طرف توجہ کا رخ از سر نو ملٹا لیکن تعجب کی بات ہے کہ ۱۸۶۰ء میں بریڈ کی موت کے بعد انگلستان میں یہ فن بھی عملی حیثیت سے ختم ہو گیا، البتہ ۱۸۸۱ء میں جا کر ایک تحقیقی سوسائٹی مقرر ہوئی جو اس پر کام کرتی رہی جس کے ممبران ولیم جیمس (WILLIAM JAMES) ہنری سجوک (HENRY SIDGWICK) اور جے جے ٹامسن (J. J. THOMPSON) وغیرہ تھے اس نئی دریافت یعنی ہپناٹزم اور ایحاذ کے مقابلے میں مسمرازم تقریباً ماند پڑ چکا تھا اور ژانے کے بموجب ۱۸۸۵ء تک یا اس کے بعد یہ

---

[1] ژانے نے ہپناٹیقی ایحاذ کی تاریخ پر روشنی ڈالتے ہوئے برٹرینڈ کے بارے میں لکھا ہے جو نظریہ ایحاذ (SUGGESTION) کا بانی ہے۔ برٹرینڈ مسمرازم میں غایت درجہ دلچسپی رکھتا تھا اور اس کا یہ خیال تھا غفلت کی کیفیت خود انسان کے خیال اور اس کی توجہ اور نیز اس کی خواہش کا نتیجہ ہوتی ہے۔ اس پر کوئی فوق الفطری طاقت کار فرما نہیں ہوتی ہے چنانچہ یہ چیز ایک عرصہ تک موضوع بحث رہی۔

کم و بیش اسی قسم کی ایک بحث مسمرازم شروع ہوتے ہی سیالیوں (FLUIDISTS) اور حیوانیوں (ANIMISTS) کے درمیان چھڑی تھی، اول الذکر کا یہ کہنا تھا، کہ بیہوشی غیر مرئی سیال مادہ کا نتیجہ ہے جو عامل کے جسم سے نکلتا ہے۔ ثانی الذکر فرقے نے اس کی پر زور تردید کی کیونکہ اس کا خیال تھا کہ بے ہوشی ذہنی تغیرات کا نتیجہ ہے۔

دونوں نظریات بھی مردہ ہو چکے تھے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جس طرح آج کل ایک نظریہ مثلاً ایٹمی طاقت آناً فاناً میں عالمگیر شہرت اختیار کر لیتا ہے اس طرح یہ نہ کر سکے بلکہ انفرادی طور پر کہیں کہیں لوگ ان پر کام کرتے رہے

انگلستان کے بعد ہپناٹزم کو فرانس کے اطباء نے سنبھالا جن میں اولی ڈاکٹر لیبالٹ (LIBEAULT) کا نام آتا ہے۔ لیبالٹ نے ۱۸۶۶ء سے اس پر باقاعدہ تحقیق شروع کی اور نانسی (NANCY) میں اپنا اسکول قائم کیا۔ اور برن ہائم (BERNHEIM) کی معاونت میں اس سلسلے میں اقدام کیا۔ میکڈوگل نے لکھا ہے کہ نانسی اسکول کے سرگروہ لیبالٹ اور برن ہائم نے بریڈ کے اس نظریئے کو انتہا تک پہنچایا، اور انہوں نے دعویٰ کیا کہ ہپناٹزم "الیعاذ" کے سوا کچھ نہیں ہے، بریم ویل نے لیبالٹ کے شفاخانے کو اپنی آنکھ سے دیکھا تھا۔ وہ لکھتا ہے کہ ۱۸۸۹ء کے موسم گرما میں وہاں پہنچا اور اس کے شفاخانے کو خلاف توقع پایا یعنی انگلستان کے شفاخانوں کے برعکس اس کا کمرہ پر ہیبت نہیں تھا بلکہ معمولی شفاخانوں کی طرح تھا، اور مریض آپس میں بڑے اطمینان سے بات چیت کرتے تھے اور ڈاکٹر سے بھی بے تکلفی سے گفتگو کرتے تھے اور حالت ہپناطیقی کو رونما کرنے میں کچھ دیر نہ لگتی تھی۔ لیبالٹ نے میری خاطر سے کچھ تجربے بھی دکھائے، سارا کام دس منٹ میں انجام پاتا تھا اور غفلت سے بیدار ہو کر مریض اکثر یا تو ٹہلنے لگتا تھا یا اپنے کسی دوست سے باتوں میں لگ جاتا تھا۔ ڈاکٹر لیبالٹ مرض کو بآسانی رفع کر دیتا تھا۔ لیبالٹ کے شفاخانے کی نمایاں خصوصیت یہ تھی کہ وہاں خوف اور ہیبت سے کام نہیں لیا جاتا تھا۔ چنانچہ بریم ویل ایک واقعہ بیان کرتا ہے کہ جس وقت ایک مریض کا علاج کیا جا رہا تھا دو کم عمر لڑکیاں کمرے میں داخل ہوئیں اور لیبالٹ نے اپنی توجہ مریض پر سے ہٹا کر ان کو بے ہوش کر دیا اور ادھر سے بے فکر ہو گیا، تقریباً بیس منٹ کے بعد ایک کی آنکھ کھلی تو اس نے دوسری کو بھی جگایا اور دونوں ہنستی کھیلتی باہر چلی گئیں، یعنی یہ بچوں سے ایک قسم کا مذاق تھا۔ بریم ویل کو یہ چیز بہت پسند آئی۔ لیبالٹ غرباء سے بھی بہت محبت کرتا تھا ان کا علاج مفت کیا کرتا تھا۔ لیبالٹ نے اپنی تمام عمر اس فن پر صرف کی مگر جس طرح اس کے کام کی قدر ہونا چاہئے تھی نہ ہوئی۔

اوپر کہا جا چکا ہے کہ ۱۸۸۵ء تک الیعاذ و ہپناٹزم تقریباً معدوم ہو چکے تھے، اس کے بعد کم و بیش بیس برس تک یہ فن چھوٹے اور نام نہاد اطباء کا تختۂ مشق بنا رہا۔ اور بعض مقامات پر اس کے عام مظاہرے بھی ہوتے

لیکن سائنس داں اس کو تسلیم کرنے میں جھجکتے ہی رہے۔

اس طویل مدت کے بعد پھر سالپیتریری (SALPÊTRIERE) اسکول پیرس میں اس کا احیاء ہوا اور اس کا سہرا چارلس رشے (CHARLES RICHIT) کے سر ہے در اں حالیکہ اوروں نے بھی اس کی کوشش کی لیکن ناکام رہے ان میں سے یہ نام قابل ذکر ہیں۔ کرشر (KIRCHER) (۱۸۷۳ء) ازرنک ہوبل ایزر (MAK HEBBEL) (۱۸۷۴ء) پریئر (FREYER) (۱۸۷۸ء) اور بیرڈ (BEARD) (۱۸۸۱ء)۔

رشے وہ پہلا شخص ہے جس نے تعصب اور غلط فہمی کے پردے کو چاک کر کے از سر نو ہپناٹزم کو ایک وقار عطا کیا۔ رشے نے سائنس دانوں کی توجہ اس طرف مبذول کرائی کہ اگر ہپناٹزم محض ایک دجل و فریب اور ناجائز فوائد کے حصول کا ایک ذریعہ ہے تو آخر یہ عمل ہزارہا ہزار انسانوں پر کس طرح کارگر ہوتا ہے! کیا ان سب نے مل کر کوئی ایسی صلاح کر رکھی ہے کہ وہ دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونکیں گے در اں حالیکہ ان کو اس میں کوئی غیر معمولی فائدہ نہیں پہنچتا۔ مزید یہ کہ سارے معالج جو اس طریقہ کو استعمال کرتے چلے آئے ہیں کیا اتنے جعلی مریض فراہم کر سکتے تھے؟ اس کے ساتھ ساتھ رشے نے "مشائی النوم" اور دوسری کیفیات پر جو لوگوں پر طاری کی جاتی تھیں نفسیاتی نقطۂ نظر سے روشنی ڈال کر یہ ثابت کیا کہ ان سب کے لئے نفسیاتی وجوہ بھی موجود ہیں جو ناقابلِ انکار ہیں غرضکہ اس طرح رشے اپنی انتھک کوششوں اور قوی استدلالات سے ہپناٹزم کو آگے بڑھانے میں کامیاب رہا۔

ژانے کے مطابق پیرس اسکول کا بانی یہی ہے۔

شارکو اور پیرس اسکول

شارکو (CHARCOT) ان اساتذہ میں سے ہے جو فرائڈ اور ایڈلر وغیرہ کی صف میں ایک امتیازی مقام رکھتے ہیں۔ اور رشے کی شخصیت اس کے سامنے ماند پڑ چکی ہے، سالپیتریری اسکول میں اعصابی امراض پر عرصے سے شارکو تحقیق میں مصروف تھا لیکن اس نے اس مسئلہ کو عضویاتی نقطۂ نظر سے دیکھا تھا۔ جس وقت ہپناٹزم نے دوبارہ شہرت حاصل کی تو اس کی نظر بھی اس پر پڑے بغیر نہ رہ سکی کیوں کہ اعصابی امراض سے اس کا بلا واسطہ تعلق تھا۔ شارکو نے بجائے نفسیاتی بحثوں میں الجھنے کے اس مسئلہ کو سرے سے ایک نئے انداز پر اٹھایا۔ اس نے دعویٰ

گیا کہ ذہن کی فاسد کیفیات (ABMORMAL STATES of MIND) اسی وقت ٹھیک طور پر بھی جا سکتی ہیں جب کہ ان علامات (SYMPTOMS) پر غور کیا جائے تو مشاہدے میں آتی ہیں۔ اور جو قطعاً جعلی طور پر پیدا نہیں کی جا سکتیں بلکہ از خود پیدا ہوتی ہیں۔ یہ اس بات کا بھی ثبوت ہیں کہ ذہن میں فی الواقع کوئی تغیر رونما ہوا ہے اور اس میں مصنوعی باتوں کو کوئی دخل نہیں ہے۔ ہپناطیقی کیفیت طاری کرنے کے بعد شارکو نے یہ دکھایا کہ بعض پٹھوں کو چھونے سے فالج پیدا ہو سکتا ہے۔ اور ان ہی کو مختلف طریقہ پر حرکت دینے سے تشنج پیدا ہوتا ہے۔ شارکو کے شاگرد تین مریض عورتوں پر جو اس کے شفا خانے میں تھیں اس قسم کے تجربات کرتے رہتے تھے۔ اور یہ مجمع عام میں بھی دکھائے جاتے تھے یہاں دراصل شارکو کو علم العضویات (ANATOMY) کے مطالعہ نے پوری مدد دی۔ ان شواہد نے شارکو کی کافی ہمت افزائی کی اور اسے یہ معلوم ہو گیا کہ سابق کی طرح اس کے کارناموں کو کوئی مکروفریب سے تعبیر نہیں کر سکتا ان تجربوں کے بعد اگلا قدم اس نے یہ اٹھایا کہ ان تمام کیفیات کی تقسیم کی جو ہپناطیقی حالت کے بعد پٹھوں کو مختلف حرکتیں دینے سے پیدا ہوتی ہیں چنانچہ ان کی تین بڑی قسمیں سامنے آئیں (۱) غفلت و بے ہوشی (LETARGY) ۲۔ سکتہ (CATALEPSY) ۳۔ مشی فی النوم (SOMNAMBULISM)

معمول کی آنکھوں کو ہپناٹزم سے بند کرنے کے بعد پہلی کیفیت طاری کی جاتی تھی۔ اس کے بعد اگر اس کی آنکھیں فوراً کھول دی جاتی تھیں تو معاً دوسری کیفیت شروع ہوتی تھی جس میں اس کے اعضا کو اس حالت میں بھی رکھنا ممکن ہوتا تھا جو مصنوعی طور پر ناممکن ہے۔ اس کے بعد سر کے درمیانی حصے (VERTEX) کو رگڑ دینے سے تیسری حالت شروع ہو جاتی تھی۔ یہاں یہ واضح رہے کہ یہ تمام حالتیں صرف پٹھوں کو مختلف طریقہ سے حرکت دینے سے پیدا ہوتی تھیں نہ کہ معمول کو اس کا حکم دے کر جیسا کہ مسمری جماعت اور دیگر لوگوں کا طریقہ تھا ان تینوں کو شارکو نے ہپناطیقیت کبریٰ (MAJOR HYPNOTISM) کا نام دیا۔ اس کے علاوہ ہپناطیقیت صغریٰ (MINOR HYPNOTISM) کی اصطلاح ان کیفیات کے لئے مخصوص کی گئی جن کا تعلق بلاواسطہ طور پر نفسیات سے تھا۔ مندرجہ بالا تمام کیفیات خالص عضویاتی قوانین کے تحت رونما ہوتی تھیں لیکن یہ واضح رہے ان کا تعلق صرف ان عورتوں سے تھا جو ہسٹریا کے

مرض میں مبتلا رہتی تھیں بہر کس و ناکس میں یہ نہیں پیدا کی جاسکتی تھیں۔ ان تجربات کی بنا پر شارکو نے اپنا ایک نظریہ قایم کیا جسے انہوں نے ۱۳ فروری ۱۸۸۲ء میں سائنس اکادمی کے سامنے پیش کیا باوجود یکہ اس سے قبل تین مرتبہ حیوانی مقناطیسیت وغیرہ کو اکادمی نے رد کردیا تھا لیکن اس کا خیر مقدم کیا گیا۔ اس میں شارکو کی شخصیت کو پورا پورا دخل تھا۔ شارکو نے اپنے مقالے میں اس بات کا پورا لحاظ رکھا کہ کوئی بات اس طرح پیش نہ کی جائے کہ لوگوں کو حیرت ہو یا اس کا مشاہدات سے تعلق نہ ہو کیوں کہ یہ بات سائنس کے منافی ہے۔

شارکو کو اس میں بہرحال کامیابی ہوئی اور اس کی کامیابی نے اس سدِ راہ کو ہٹا دیا جو فن ترقی میں مسلسل حائل ہو رہا تھا۔ اور اب اس کو ایک مضبوط سائنٹیفک بنیاد مل گئی۔ ژانے لکھتا ہے کہ اس کے بعد اس موضوع پر بڑی بڑی تصانیف اور مقالات کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اور سارے یورپ میں اس کا چرچا ہونے لگا۔ مصنفین میں ویز لولی (VIZIOLI) لادام (LADAME) بیبنسکی (BABINSKE) اور لومبروسو (LOMBROSO) وغیرہ مشہور ہیں۔ ۱۸۸۴ء میں ان حضرات کی تصانیف نکل رہی تھیں کہ ایک دوسرے اسکول کا منشور شائع ہوا جو سالپیتیری اسکول کا حریف ثابت ہوا۔ یہ وہی نانسی (Nancy) اسکول ہے جس کا ذکر ہم شروع میں کر آئے ہیں۔

نانسی اسکول

ایک سو دس صفحات کے اس منشور کا مصنف پروفیسر برن ہائم تھا جو لیبالٹ کے معاون کی حیثیت سے ایک عرصے سے تحقیق میں مصروف تھا۔ برن ہائم اپنی کتاب کی مقبولیت کے لئے رشئے اور شارکو کا رہینِ منت ہے۔ جس کا خود بھی اس نے اعتراف کیا ہے۔ کیونکہ اگر یہ پہلے سے زمین ہموار نہ کر چکے ہوتے تو شاید اس کی طرف کوئی متوجہ نہ ہوتا۔ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں ۱۸۶۰ء تک یہ فن کافی تنزل کر چکا تھا اس لئے برن ہائم کا کامیاب ہونا اور بھی مشکل تھا لیکن یہ اتفاقی امر تھا کہ جہاں اس کا زوال ہوا ٹھیک وہیں سے اس کا دوبارہ عروج بھی ہوا۔ برن ہائم طریقہ ایحاذ کو استعمال کرتا تھا جس سے وہ معمول میں سکتہ (CATALEPSY) وغیرہ جیسی کیفیات پیدا کر دیتا تھا۔ ایحاذ دو قسم کا ہو سکتا ہے۔ ایجابی اور سلبی۔ مثلاً اگر معمول سے کہا جائے کہ وہ ہاتھ نہیں ہلا سکتا تو پھر ہاتھ میں جنبش

اسی وقت ہو سکتی ہے جب کہ ایجابی طور پر اس کا بدل کر دیا جائے۔ برن ہائم الیعاذ کے لئے ان الفاظ کو استعمال کرتا تھا۔ "میری طرف بغور دیکھو" "اب تم سونے والے ہو، تمہاری آنکھیں خمار آلود ہیں، تکان محسوس ہو رہی ہے، آنکھوں سے پانی نکلنے لگا؛ دھند طاری ہو گیا؛ لو وہ پلکیں جھپکنے لگیں۔ اب تم اپنی آنکھیں نہیں کھول سکتے، تم اب کچھ نہیں کر سکتے وغیرہ۔ اس کے بعد تحکمانہ لہجے میں کہتا تھا "سو جاؤ"

ہپناٹزم کے دوران میں ایک بار برن ہائم نے مریض سے کہا کہ وہ بیدار ہونے پر اسپتال میں جب داخل ہوگا تو اسے ہر چارپائی پر کتے لیٹے نظر آئیں گے۔ چنانچہ واقعی ایسا ہوا کہ معمول خود کو کتوں کے شفاخانے میں پاکر متحیر ہو گیا۔ برن ہائم کہتا ہے کہ یہ سب معمولی باتیں ہیں جو بآسانی سمجھ میں آسکتی ہیں۔ ہم فطری طور پر بعض محض فرضی خیال کے تحت بہت سی حرکات کر بیٹھتے ہیں۔ مثلاً چہرے کو گانا سنتے وقت ایک خاص انداز سے بنانا اسی طرح ہاتھوں کو حرکت دینا۔ یہی باتیں بعض حالات میں حد درجہ بڑھ جاتی ہیں اور خیال اس قدر غالب آجاتا ہے کہ فی الفور حرکت شروع ہو جاتی ہے۔ جب ہم الیعاذ سے قوت متخیلہ کو بڑھا دیتے ہیں تو غیر معمولی باتیں رونما ہونے لگتی ہیں۔ اور ضروری نہیں کہ یہ صرف مریضوں تک محدود ہو بلکہ تندرستی کی حالت میں یہ سب کچھ ہو سکتا ہے۔ ہپناٹزم اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ الیعاذ کی قوت سے غفلت طاری کر دی جائے۔ برن ہائم کی ان سادہ اور غیر پیچیدہ باتوں سے اس کے معاونین نے پورا فائدہ اٹھا کر ہپناٹزم کو کافی ترقی دی۔

برن ہائم اور اس کے شاگردوں نے اپنی کاوشوں کو مضبوط بنیادوں پر استوار کرنے کے لئے اس بات کی بھی کوشش کی کہ الیعاذ سے عضویاتی تغیرات (PHYSIOLOGICAL CHANGES) رونما کئے جائیں تاکہ اس بات کا قطعی امکان نہ رہے کہ ان پر فریب کا الزام عاید ہو۔ ۱۸۸۶ء میں شاربے گنن نے یہ کہا تھا کہ الیعاذ سے یہاں تک ممکن ہے کہ جسم پر چھالے پڑ جائیں۔ برن ہائم اس کو خوب سمجھتا تھا۔ چنانچہ اسی بات کو اس نے اٹھایا، اور تجربہ شروع کر دیا۔ کافی محنت و کاوش کے بعد یہ دیکھا گیا کہ جسم پر چھالے نمودار ہونے لگے۔ یہ ظاہر ہے کہ کسی طرح بھی جعلی حرکت نہیں کی جا سکتی تھی۔ اس کے بعد اس قسم کے تجربات۔ میبل۔ بورو اور سیگارڈ وغیرہ نے کئے اسی کے ساتھ ساتھ یہ معلوم کرنے کی کوشش بھی کی گئی کہ آیا الیعاذ سے جرائم کرانا ممکن ہے یا نہیں۔

"الیعاذ مجرمانہ" (CRIMINAL SUGGESTION) کا مسئلہ ۱۸۸۶ء سے چلا آرہا تھا اور اس پر علی الترتیب

۱۸۵۰ء، ۱۸۶۰ء اور ۱۸۸۰ء میں جوزف پیرے، ڈیورنیڈ، بیلنگر، میکاریو اور شارکین نے طویل بحثیں کی تھیں۔ آخری کتاب اس پر ۱۸۶۰ء میں شائع ہوئی ۱۸۸۴ء میں برن ہائم نے از سرِ نو اس مسئلے کو اٹھایا وہ لکھتا ہے۔ "یہ معلوم کرنے کے لئے کہ ایحاذ میں کس حد تک قوت ہے میں نے معمول کے لئے ایک چھوٹا سا ڈرامہ کیا۔ اس کو ایک فرضی آدمی دکھایا جو دروازے پر کھڑا ہے اور یہ کہا کہ اس نے تمہاری بے عزتی کی ہے۔ اس کے بعد میں نے اس کے ہاتھ میں کاغذ کا چاقو دیا یہ بتاتے ہوئے کہ یہ خنجر ہے اور تم اس سے اسے مار دو۔ معمول نے تیزی سے جست کی اور دروازے میں خنجر بھونک دیا اور پھر ساکت و جامد کھڑا ہو گیا۔ وہ وحشیانہ انداز سے دیکھ رہا تھا اور بری طرح کانپ رہا تھا۔" اسی طرح لیگیو نے جو برن ہائم کا شاگرد تھا متعدد تجربات کئے اور یہ معلوم کر لیا کہ یہ سب کچھ ایحاذ کے ذریعہ ممکن ہے۔ "ایحاذ مجرمانہ" کو بڑھتے ہوئے دیکھ کر لوگوں نے اعتراضات کئے اور یہ خطرہ لاحق ہو گیا اس طرح جس سے جو جرم چاہیں صادر کرا سکتے ہیں۔ اور امن عامہ میں خلل پڑ سکتا ہے "Revue Philosophique" کی رپورٹ (۱۸۹۲ء پہلی جلد صفحہ ۲۵۶) نے بتایا کہ اس وقت پیرس میں دس ہزار "....." سے زیادہ اشخاص ایسے موجود تھے جن کو کسی قسم کے جرم پر بھی ابھارا جا سکتا تھا چنانچہ اس کے لئے قانونی تحفظ کی اپیل کی گئی۔ رپورٹ نے اس بات پر بھی متنبہ کیا کہ ہر مجرم پر مقدمہ چلاتے وقت یہ دیکھ لیا جائے کہ وہ حالت ہپناطیقی میں تو نہیں تھا برن ہائم کے ان تجربات نے لوگوں میں غیر معمولی دلچسپی پیدا کر دی اور بہت سے لوگ اس کے ارد گرد جمع ہو گئے لیکن برن ہائم کو یہ صرف تجربہ کی حد تک کرنا تھا اس نے آگے چل کر باقاعدہ امراض پر اس کا تجربہ شروع کر دیا اور یہ معلوم ہوا کہ ہسٹیریا، بعض امراض شکم، مشی فی النوم، وغیرہ اس سے باآسانی رفع کئے جا سکتے ہیں اس کامیابی سے نہ صرف یورپ کے ممالک میں نانسی اسکول کی شہرت عام ہو گئی بلکہ باہر امریکہ وغیرہ تک اس کا چرچا ہونے لگا۔

جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے کہ نانسی اسکول اپنے حریف شارکو کو برداشت نہیں کر سکتا تھا چنانچہ دونوں میں شدید کشمکش شروع ہو گئی جو بالآخر شارکو کی شکست پر منتج ہوئی چونکہ برن ہائم یہ ثابت کرنے میں کامیاب ہو گیا کہ ہپناطیقیت کبریٰ فطری نہیں ہے بلکہ مشق کا نتیجہ ہے۔ ژانے کہتا ہے کہ میں بھی بالآخر اسی نتیجہ پر پہنچا کہ شارکو غلطی پر ہے کیوں کہ یہ دیکھا گیا کہ جب اس کے تجربات کو دہرایا تو وہ حالتیں اکثر رونما نہ ہو سکیں جن کو

شارکو نے بیان کیا تھا۔ اور دکھایا بھی تھا۔ لیکن کیا اس سے یہ نتیجہ نکالنا درست ہوگا کہ شارکو نے عوام کو دھوکا دیا؟ آخر یہ مشق کون کراتا تھا؟ کیا یہ سب کچھ بھی فریب تھا؟ ژانے اس کو واضح کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ شارکو نے خود کبھی کسی مریض پر جسکو مجمع عام میں لایا جاتا تھا ہپناطیقی کیفیت طاری نہیں کی بلکہ یہ اس کے تلامذہ کرتے تھے جو پہلے سے مریض کو ان حرکات کی مشق کرا چکتے تھے جن کو مجمع میں دکھانا ہوتا تھا۔ تو کیا پھر اس کا مطلب یہ ہوا کہ شارکو کے شاگرد خود اپنے استاد کو اور عوام کو دھوکا دینا چاہتے تھے ژانے نے بڑی کدوکاوش سے تحقیق کرکے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ وہ مریض عورتیں جن میں ہپناطیقیت کبریٰ کی علامتیں رونما ہوتی تھیں شارکو کے زیر علاج ہونے سے قبل۔ ان تمام حالتوں سے بسبب بیماری گذر چکی تھیں اور یہ ہسٹیریا کے مریضوں کی خصوصیات ہیں۔ شارکو کے شاگرد صرف ان کو دہراتے تھے۔ ان خصوصیات کا علم پہلے بھی بہت سے لوگوں کو ہو چکا تھا۔ شارکو جس وقت سائنس اکادمی میں اپنا مقالہ پیش کر رہا تھا تو وہ خوب جانتا تھا کہ جو کچھ وہ کہہ رہا ہے سرے سے وہ نئی چیز نہیں ہے۔ بلکہ صرف پچھلی باتوں کو سائنٹیفک دلائل بہم پہنچائے جا رہے ہیں۔ غرضکہ برن ہائم نے اس طرح شارکو کے مکتب فکر کو ایک سخت دھکا پہنچایا جس سے وہ کبھی عہدہ برآ نہ ہو سکا۔

۱۸۹۳ء میں شارکو کی وفات کے بعد توقع تو یہ تھی کہ برن ہائم کے اسکول کو مزید وسعت حاصل ہوگی لیکن ہوا اس کے برعکس۔ اس کے بعد نانسی اسکول کا زوال شروع ہوگیا۔ ۱۸۹۲ء سے لیکر ۱۹۰۶ء تک بے شمار کتابیں اور مضامین اس فن پر جرمنی، فرانس، روس، امریکہ اور انگلستان سے نکلتے رہے لیکن ۱۹۰۹ء میں یہ رفتار سست پڑ گئی۔ اور لطف یہ ہے کہ خود برن ہائم کی دلچسپی ادھر سے بہت کم ہوگئی۔ ژانے ہپناطیقیت کے زوال کے دو بڑے اسباب بیان کرتا ہے۔ ایک تو شارکو کی یہ غلطی کہ اس نے ہپناٹزم کی توجیہات بجائے نفسیات کے عضویات سے کیں۔ دوسرے وہ کشمکش جو دونوں اسکولوں میں رونما ہوئی اور مدت تک جاری رہی۔ پھر یہ کہ جو حد سے زیادہ جوش و خروش اس فن کے لئے ظاہر کیا گیا اسکا ردعمل بھی ہوا۔ لیکن یہ پہلو ہمارے نزدیک تمام تر سلبی ہیں۔ ایجابی حیثیت سے اس کا سبب یہ بھی ہے کہ ڈاکٹر سگمنڈ فرائڈ نے تحلیل نفسی کے طریقہ سے دنیا کو روشناس کرادیا جو ہپناٹزم سے زیادہ قابل قبول تھا کیونکہ اس میں کوئی غیر سائنٹفک عنصر شامل نہیں ہے۔ ذیل میں ہم اس کی تفصیل

پیش کرتے ہیں۔

تحلیل نفسی

اوپر بیان ہو چکا ہے کہ فروری ۱۸۸۲ء میں شارکو نے اکاڈمی میں اپنا مقالہ پیش کیا ۱۸۸۶ء میں نانسی اسکول کا منشور شائع ہوا۔ ان تمام واقعات نے فرانس کے اسکولوں کی شہرت عالمگیر کردی۔ ۱۸۸۵ء میں فرائڈ اپنی بعض اعلیٰ تحقیقات کی وجہ سے وائنا (VIENNA) میں اعصابی امراض پر مدرس مقرر ہوا اور یہاں اس نے ایک سربرآوردہ شخص ڈاکٹر بریوکے سے سند لیکر وظیفہ حاصل کیا اور اسی سال پیرس روانہ ہو گیا۔ پیرس میں یہ فوراً سالپیتیری اسکول میں طالب علم کی حیثیت سے داخل ہوا اور شارکو سے اچھے روابط قائم کر لئے۔ اور اس سے وعدہ کر لیا کہ اس کے لکچرز کا ترجمہ جرمن میں کریگا۔ فرائڈ کہتا ہے کہ شارکو کے ساتھ رہ کر سب سے زیادہ جس چیز نے مجھے متاثر کیا وہ اس کی ہسٹیریا پر تحقیقات ہیں جو میرے چشم دید واقعات ہیں۔ ان ہسٹیریا کے مریضوں کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ پیرس میں رہ کر فرائڈ کو شارکو سے مشوروں کا کافی موقعہ ملا، جن میں بعض حد درجہ مفید ثابت ہوئے۔ ۱۸۸۶ء میں فرائڈ وائنا واپس آیا۔ یہاں اس نے اپنے فرانس کے تجربات کو دہرایا لیکن اس کی کوئی قدر نہ کی گئی۔ سب سے پہلا اعتراض تو یہی تھا کہ مردوں میں ہسٹیریا پیدا ہونا ممکن ہی نہیں یہ صرف نسوانی مرض ہے۔ فرائڈ کے بیشتر مریض مرد تھے۔ ڈاکٹر جوزف بریور (JOSEPH BREUER) نے بتایا کہ لفظ (HYSTERON) کے معنی رحم (UTERUS) ہیں اور ظاہر کہ اس کا تعلق صرف عورتوں سے ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وائنا کی طبی مجلس سے فرائڈ کے اختلافات بڑھتے گئے اور آخر کار اس کو اسے خیرباد کہنا پڑا۔ تقریباً پورے سال اسے کہیں لکچر دینے کا موقعہ نہ ملا اور اب اسے ذریعۂ معاش کے لئے صرف اپنے شفاخانے پر اکتفا کرنا پڑا جو اس نے نجی طور پر قایم کر لیا تھا۔ فرائڈ اپنے یہاں علاج کے صرف دو طریقے استعمال کرتا تھا۔ ایک بجلی کے ذریعہ جسے (ELECTROTHERAPY) کہتے ہیں اور دوسرا ہپناٹزم جس میں ثانی الذکر زیادہ مؤثر ثابت ہوا، اس میں دقت یہ پیش آتی تھی کہ ہر شخص پر کیفیت ہپناٹیقی طاری نہیں ہوتی تھی۔ دوسرے یہ کہ بعض افراد میں گہری نیند یا غفلت نہیں پیدا ہوتی تھی۔ لیکن ان سب دقتوں کے باوجود بھی اس طریقہ کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا۔ اسی دوران میں فرائڈ نے نانسی اسکول کا شہرہ سنا اور

یہ طے کر لیا کہ وہ مزید تربیت حاصل کر کے اپنے طریقِ کار کے نقص کو دور کرے گا۔ چنانچہ ۱۸۸۹ء میں وہ نانسی روانہ ہو گیا اور وہاں جاکر برن ہائم کے عجیب و غریب کارنامے دیکھے۔ نانسی ہی کے دورانِ قیام میں فرائڈ کے ذہن پر اس خیال نے تسلط کر لیا تھا کہ ذہن میں بعض قوتیں شعوری سطح سے نیچے بھی ہیں جو برابر اپنا کام کرتی رہتی ہیں۔ اور شعور پر اس کا اثر ضرور پڑتا ہے۔ نانسی جاتے وقت فرائڈ اپنے ساتھ ایک مریضہ کو بھی لے گیا تھا جو عرصہ سے ہسٹیریا میں مبتلا تھی اور بار بار علاج کرنے کے بعد بھی بیماری عود کر آتی تھی اسے اس نے برن ہائم کے سامنے پیش کیا لیکن وہ اس علاج سے قاصر رہا۔ اس واقعہ سے اور ویسے بھی ایک عرصے تک وہاں رہ کر فرائڈ کو ہپناٹزم کے حدود کا اندازہ ہو گیا اور نانسی سے واپس آکر اس نے دوبارہ اپنا سابق کام شروع کر دیا۔

واپس آنے پر فرائڈ نے ڈاکٹر جوزف بروئر سے جو وائنا کا مشہور ڈاکٹر تھا تعاون حاصل کر لیا۔ بروئر اس زمانے میں ایک نوجوان لڑکی کا علاج کر رہا تھا۔ یہ لڑکی فالج تشنج اور انتشار ذہنی جیسے امراض میں مبتلا تھی اور اسے یہ تمام امراض اپنے والد کی تیمارداری میں جب کہ وہ بیمار تھا شروع ہوئے تھے۔ دورانِ علاج میں بروئر نے اتفاق سے یہ معلوم کر لیا کہ اگر ہپناٹیقی حالت میں لڑکی سے کہا جائے کہ تم اپنے خیالات کا خواہ وہ کچھ ہی کیوں نہ ہوں آزادانہ اظہار کرو تو بعد میں اس سے اسے کافی سکون ہو جاتا تھا۔ اس کی بنا پر بروئر نے ایحاء کو تقریباً ترک کر کے اسے اپنا لیا۔ اور یہ واقعی بالکل نئی چیز ثابت ہوئی اس طریقہ کو بار بار استعمال کرنے سے یہ دیکھا گیا کہ مریضہ رو بصحت ہوتی چلی گئی۔ اور تمام محو شدہ خیالات باآسانی ذہن میں آنے لگے۔ اور بالآخر یہ سلسلہ خیالات کہیں تک پہنچا جب کہ وہ لڑکی اپنے باپ کی تیمارداری میں مصروف تھی اور اسے یہ امراض شروع ہوئے تھے۔ بروئر اس نتیجے پر پہنچا کہ دورانِ تیمارداری میں اسے اپنی کسی تیز خواہش کو ضبط کرنا پڑا اور اس وجہ سے علامتیں رونما ہو گئیں۔ کیونکہ اس وقت اس کا ذہن متضاد خیالات کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ کچھ عرصے بعد یہ لڑکی بالکل ٹھیک ہو گئی اور بروئر کو اپنے اس نئے طریقہ میں کامیابی ہوئی۔ فرائڈ کو یہ طریقہ بہت پسند آیا اور اس نے اپنے مریضوں پر اس کا اطلاق شروع کر دیا۔ ۱۸۹۳ء میں دونوں نے مل کر ایک مضمون بعنوان "On the Psychical Mechanism of"

"Hysterical Phenomena") شائع کرایا اور اس کے بعد ایک کتاب "Speel
ieu uber Hysterie") شائع ہوئی جس میں اس بات پر زور دیا گیا کہ انسانی زندگی میں جذبات واحساسات کو اہم ترین مقام حاصل ہے اور دوسرے یہ کہ ذہن کے متعلق گفتگو کرتے وقت شعور اور لاشعور کی تقسیم ضروری ہے لیکن یہ نظریات بہر حال نامکمل تھے اور اس وجہ سے ان کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں دی گئی۔

بروئر نے اپنے طریقہ کا نام "اسہال" (CATHARSIS) رکھا تھا اور یہ ہپناطیعیت اور ایماء سے ایک اگلا قدم تھا۔ اس کے بعد اگلا قدم پھر فرائڈ نے رکھا جس کے بارے میں خود اسی کی یہ رائے ہے کہ ابھی میرے طریقے میں اضافے کے بہت امکانات باقی ہیں اور کافی گنجائش ہے یہ اگلا قدم کیسے اٹھایا گیا اسے فرائڈ نے اپنی سوانح حیات میں تفصیل سے بیان کیا ہے، جس کا ذکر ابھی آتا ہے کچھ عرصہ کام کرنے کے بعد بروئر نے اس سے علیحدگی اختیار کر لی۔ اس کا سبب کچھ تو فرائڈ اور اس کے باہمی اختلافات تھے اور ایک اور اہم وجہ بھی تھی جسے ہم آگے بیان کریں گے۔ لیکن بروئر نے اسہال کا طریقہ معلوم کر کے فرائڈ کو آگے بڑھنے کا موقعہ بہم پہنچایا۔ یہ کچھ کام اسی قسم کا تھا جو لامارک (LAMARCK) وغیرہ ڈارون (DARWIN) کے لئے کر گئے تھے۔ فرائڈ نے اس پر تحلیل نفسی کا اضافہ کر کے نفسیات اور دیگر شعبوں میں ایک عالمگیر انقلاب برپا کر دیا۔ وہ لکھتا ہے کہ مجھے اپنے سرعت سے بڑھتے ہوئے تجربات نے یہ بتایا کہ امراض کا سبب محض دبے ہوئے جذبات ہی نہیں ہیں بلکہ ان کی اصل نوعیت جنسی بھی ہے یعنی امراض کے پیچھے کچھ جنسی اسباب کام کر رہے ہیں۔ لیکن میں اس پر فی الحال کوئی فیصلہ کرنے کو تیار نہیں تھا۔

"۱۹۱۴ء میں جب کہ میں تحلیل نفسی کی تاریخ مرتب کر رہا تھا میرے ذہن میں شارکو اور بروئر وغیرہ کے اشارات گھوم رہے تھے جو انھوں نے جنسیات کی اہمیت کو واضح کرنے کے لئے کئے تھے اس کے ساتھ ساتھ ڈاکٹر ہیولوک ایلس (HAVELOCK ELLIS) کے مضامین سے میرے اس خیال کو اور بھی تقویت پہنچی اور میں نے اس مسئلہ کو اپنے مطالعہ کا محور بنا لیا" — گہرے مطالعہ

اور قریبی مشاہدے نے فرائڈ کو بتایا کہ مرضِ ضعفِ عصبی (NEURESTHENIA) کے پیچھے مرتباً جنسی اسباب کثرتِ جلق، سرعتِ انزال، یا خواہشِ جنسی کو حد سے زیادہ دبائے رکھنا وغیرہ کام کرتے ہیں۔ اس سبب سے اس کو امراضِ ذہنی میں جنسی اسباب کی اہمیت کا سچا یقین ہو گیا اور اب اس نے اس پر برابر مضامین لکھنا شروع کئے، لیکن ان کا بجز ایک محدود حلقہ کے کہیں خیر مقدم نہیں ہوا۔ عمل تنویم یعنی ہپنا طیقیت کی محدودیت اور اس تحقیق نے فرائڈ کو اس بات پر ابھارا کہ وہ اب کوئی ایسا طریقہ علاج دریافت کرے جو اول الذکر سے زیادہ موثر ثابت ہو۔ وہ یہ سوچ ہی رہا تھا کہ اس کو ایک اور دقت پیش آئی اور یہ وہی تھی جس نے برویر کو اس پیشے سے علیحدگی اختیار کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔

برویر جس نوجوان مریضہ کا علاج کر رہا تھا اس نے صحت مند ہونے کے بعد اپنے معالج سے اظہار عشق شروع کر دیا۔ جو برابر شدت اختیار کرتا گیا برویر کے لئے یہ چیز سخت پریشان کن تھی اور بجائے اس کے کہ وہ اس کی تحقیق کرے وہ سرے سے اپنے پیشے ہی کو چھوڑ بیٹھا۔ فرائڈ نے اس واقعہ کو گہری نظر سے دیکھ لیا تھا اور کسی طرح بھی اس کو بے معنی نہیں سمجھا تھا۔ جس وقت خود فرائڈ کے ساتھ یہ ہوا تو وہ کمال دانش مندی سے اس نتیجے پر پہنچ گیا کہ یہ عشق تمام تر مصنوعی ہے اور کسی پہلے فراموش کردہ عشق کا احیاء ہے جو (CATHARSIS) کے سبب سے شعوری سطح پر آکر اپنا اظہار کر رہا اور اب تک لاشعور کی تاریکیوں میں پنہاں تھا فرائڈ نے اس کا نام "منتقل شدہ محبت" (TRANSFERRED LOVE) رکھا یہ تحلیل نفسی میں ایک اہم ترین چیز ہے۔ اس دقت نے مزید اسے کوئی نیا طریقہ دریافت کرنے پر مجبور کر دیا۔ اس کے علاوہ اگر کوئی اور ممکن صورت ہو سکتی تھی تو وہ یہی تھی کہ بجائے غفلت کے عالم بے داری میں "اسہال" کو عمل میں لایا جائے۔ اس خیال کے آتے ہی اس کا ذہن ایک ایسے واقعہ کی طرف پلٹا جو نانسی کے دوران قیام میں اس نے دیکھا تھا یہی وہ واقعہ ہے جس سے مدد لے کر فرائڈ نے فیصلہ کن قدم اٹھایا اور بالآخر وہ طریقہ معلوم کر لیا جسے ہم تحلیل نفسی کے نام سے جانتے ہیں ـــــ وہ واقعہ یہ تھا کہ برن ہائم کے بعض مریض ہپنا طیقی کیفیت کے ختم ہونے کے بعد وہ تمام باتیں بھول جاتے تھے جو اس عالم میں وہ بیان کیا کرتے تھے۔ لیکن برن ہائم اس بات پر مصر تھا کہ یہ ساری باتیں

ان کے حافظہ میں موجود ہیں اور اس کا ان کو قطعاً شعور نہیں ہے لیکن اگر عالم بیداری میں پیہم اس بات پر زور دیا جائے کہ وہ ان کو بیان کریں اور نیز یہ کہ وہ سب باتیں دہرائی بھی جائیں تو ممکن ہے مریض کو یاد آجائیں اور وہ ان کو بیان کرنے لگے۔ کیسی عجیب بات ہے کہ برن ہائم اس اہم ترین نقطہ کو نظر انداز کر گیا ورنہ اگر وہ اس بات پر تجربات شروع کر دیتا تو ممکن تھا تحلیل نفسی کا بانی بجائے فرائڈ کے برن ہائم ہوتا اور آسٹریا کے بجائے فرانس کو یہ سعادت نصیب ہوتی۔ مزید یہ کہ برن ہائم عرصے سے ہپناٹیزم کا استعمال کر رہا تھا اور فرائڈ کی بہ نسبت وہ اس کے نشیب و فراز سے زیادہ واقف تھا اور لیبالٹ کے سارے تجربات اس کی آنکھوں کے سامنے تھے پھر بھی اس کی نظر اس پر نہ پڑ سکی۔ فرائڈ اس بات کو بھی اسی طرح سمجھ گیا جس طرح اس نے جنسی مسئلہ کو سمجھا تھا، یا بروئر کے حالات میں جبلی اور مصنوعی عشق کو۔ اس خیال کے پیش نظر فرائڈ نے فوراً اپنا رخ بدل دیا اور برن ہائم کے اصول پر تجربات شروع کر دیئے یہ طریقہ "تحلیل نفسی" (PSYCHOANALYSIS) ہے۔ فرائڈ کا دستور یہ تھا کہ وہ مریض کو ایک نرم صوفے پر لٹا رکھتا تھا کہ وہ اپنے ہاتھ پاؤں ڈھیلے کر دے اور بالکل آرام سے لیٹے جائے۔ اس کے بعد جو کچھ خیال اس کے ذہن میں آئے وہ فوراً اسے زبان سے ادا کر دے، وہ خود اس طرح مریض کے پیچھے بیٹھ جاتا تھا کہ اس کی (مریض کی) نگاہ اس پر نہ پڑ سکے یہ تحلیل نفسی کی مخصوص تکنیک ہے۔ جسے فرائڈ برابر استعمال کرتا رہا۔ مریض کے ذہن سے نکلے ہوئے خیالات دراصل مرض کی تشخیص کا ذریعہ ہیں اس کے علاوہ وہ خواب جو مریض دیکھتا ہو ایک خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ اب غور یہ کرنا ہے کہ تحلیل نفسی کا اصل الاصول کیا ہے؟

سارے ذہنی امراض یعنی وہ جو نفسیاتی اسباب کی بنا پر رونما ہوتے ہیں ان دبی ہوئی خواہشات کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں جو لاشعور میں موجود رہتی ہیں اور کبھی ختم نہیں ہوتیں۔ ان کی وجہ سے برابر ایک کشمکش جاری رہتی ہے جس سے انسان بالکل غافل ہوتا ہے کیونکہ وہ لاشعور میں واقع ہوتی ہے لیکن اس کے تباہ کن اثرات مستقل شعور پر پڑتے رہتے ہیں جس سے ذہنی صحت خراب رہتی ہے تحلیل نفسی سے چونکہ لاشعوری خیالات ابھر آتے ہیں اس لئے یہ کشمکش بھی شعوری سطح پر آجاتی ہے اور

انسان کو اس سے ختم کر دینے میں دقت نہیں ہوئی - اور اس طرح اس کے اثرات سے ذہن محفوظ ہو جاتا ہے۔ تحلیل نفسی کی اصطلاح در اصل ان تمام نظریات کے لئے استعمال ہوتی ہے جن کو فرائڈ نے طریقہ کو دریافت کر لینے کے بعد برابر پیش کرتا رہا جن میں نظریہ لاشعور، جنس، خواب، اور نظریہ حیات و موت اہم ترین ہیں۔ لیکن ہم کو اس وقت انھیں پیش کرنا مقصود نہیں ہے۔

ان مختصر اشارات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ تحلیل نفسی ہپناٹیقی ایجاد اور مسمرازم کی ایک ترقی یافتہ شکل ہے - اور کوئی اتفاقی چیز نہیں ہے - کیونکہ جس طرح نیوٹن کے لئے کوپرنیکس، کیپلر اور گلیلیو نے زمین ہموار کی اسی طرح فرائڈ کے لئے لیبالٹ، شارکو اور برن ہائم نے کی، فرائڈ نے بیشتر باتیں فرانس کے اسکولوں سے حاصل کیں اور ان پر اپنا ایک مخصوص نظام فکر تعمیر کیا - جو اوروں سے بالکل مختلف تھا - اور یہی اس کا اصل کارنامہ ہے اور نہ اگر وہ ہپناٹزم کے فرسودہ طریقہ پر قناعت کر لیتا تو غالباً جدید نفسیات نا سدہ اسی مقام پر ہوتی جس پر وہ مسمر کے زمانے میں تھی کیوں کہ پیرس اور نانسی کے اسکول جو اس کی ترقی کا باعث تھے آپس کی کشمکش سے ختم ہو چکے تھے اور ہپناٹزم کی بھی کوئی وقعت باقی نہ رہی تھی۔

جدید بین الاقوامی سیاسی معلومات

"بین الاقوامی سیاسی معلومات" میں سیاسیات میں استعمال ہونے والی تمام اصطلاحوں قوموں کے درمیان سیاسی معاہدوں، بین الاقوامی شخصیتوں اور تمام قوموں اور ملکوں کے سیاسی اور جغرافیائی حالات کو نہایت سہل اور دلچسپ انداز میں ایک جگہ جمع کر دیا گیا ہے، یہ کتاب اسکولوں لائبریریوں اور اخباروں کے دفتروں میں رہنے کے لائق ہے، جدید ایڈیشن جس میں سیکڑوں صفحات کا اضافہ کیا گیا ہے قیمت مجلد آٹھ روپے (للعہ) علاوہ محصول ڈاک۔